السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(۱) مفتی صاحب میرا سوال یہ تھا کی ہماری بہن کا انتقال اس کی بیٹی کے پیدائش کے وقت ہو گیا تھا اور اس کا شوہر حیات ہے۔ بچی ہمارے پاس ہے اور باپ بیٹی کو لینے کی بات کر رہا ہے کہ میں اس کو لے جاؤں گا۔ سوال یہ ہے کہ بچی کی پرورش کا حق کس کے پاس ہے؟

(۲) بچی کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں؟ اور کب تک؟

(۳) شوہر نے ابھی تک مہر بھی ادا نہیں کیا تھا اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) بہن کی تجہیز و تکفین کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں؟

(۵) بچی کی پیدائش کے وقت ہسپتال وغیرہ کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں؟ یہ بھی بتادیں۔

(۶) شادی پر جو اشیاء اس کو تحائف وغیرہ کی صورت میں ملی تھی سسرال کی طرف سے وہ چیزیں بھی اس کے گھر والے دینے کو راضی نہیں، اس کا کیا حکم؟

المستفتی: محمد انس بن عقیل

رابطہ نمبر: [redacted]

جامعۃ السعید
دار الافتاء
کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلّیا

ا۔۔۔ ماں کے انتقال کی صورت میں بچی کے بالغ ہونے تک اس کی پرورش کا حق نانی کو ہے، اگر نانی پرورش کے لیے راضی نہ ہو یا انتقال کر چکی ہو تو پرورش کا حق دادی کو حاصل ہو گا، پھر خالہ کو، اس کے بعد پھوپھی کو پرورش کا حق ملے گا۔ بالغ ہونے کے بعد والد بچی کو اپنی پرورش میں لے سکتا ہے، لیکن بالغ ہونے سے پہلے والد بچی کو اپنی پرورش میں لینے کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ باپ کو ملاقات کا حق شرعاً حاصل ہے۔

الدر المختار (3/ 563)

(ثم) أي بعد الأم بأن ماتت، أو لم تقبل أو أسقطت حقها أو تزوجت بأجنبي (أم الأم) وإن علت عند عدم أهلية القربى (ثم أم الأب وإن علت) بالشرط المذكور وأما أم أبي الأم فتؤخر عن أم الأب بل عن الخالة أيضا بحر (ثم الأخت لأب وأم ثم لأم) لأن هذا الحق لقرابة الأم (ثم) الأخت (لأب) ثم بنت الأخت لأبوين ثم لأم ثم لأب (ثم الخالات كذلك) أي لأبوين، ثم لأم ثم لأب، ثم بنت الأخت لأب ثم بنات الأخ (ثم العمات كذلك)....

الدر المختار (3/ 566)

(والأم والجدة) لأم، أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية.

(جاری ہے۔۔۔)

۲۔۔۔ بچی کی ملکیت میں اگر حصہ میراث سمیت اس کے نان ونفقہ کے بقدر مال موجود ہے تو اس کی پرورش کا خرچہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے گا، لیکن اگر بچی کی ملکیت میں اس کے نان ونفقہ کے بقدر مال موجود نہیں تو اس صورت میں بچی کی شادی ہونے تک اس کے ضروری اخراجات والد کے ذمہ لازم ہوں گے۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (3/ 612)

(وتجب) النفقة بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير)

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (3/ 612)

(قوله الفقير) أي إن لم يبلغ حد الكسب، فإن بلغه كان للأب أن يؤجره أو يدفعه في حرفة ليكتسب وينفق عليه من كسبه لو كان ذكرا، بخلاف الأنثى كما قدمه في الحضانة عن المؤيدية. قال الخير الرملي: لو استغنت الأنثى بنحو خياطة وغزل يجب أن تكون نفقتها في كسبها كما هو ظاهر، ولا نقول تجب على الأب مع ذلك، إلا إذا كان لا يكفيها فتجب على الأب كفايتها بدفع القدر المعجوز عنه، ولم أره لأصحابنا. ولا ينافيه قولهم بخلاف الأنثى؛ لأن الممنوع إيجارها، ولا يلزم منه عدم إلزامها بحرفة تعلمها. اهـ أي الممنوع إيجارها للخدمة ونحوها مما فيه تسليمها للمستأجر بدليل قولهم؛ لأن المستأجر يخلو بها وذا لا يجوز في الشرع، وعليه فله دفعها لامرأة تعلمها حرفة كتطريز وخياطة مثلا.

جامعۃ السعید دار الافتاء کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

۳۔۔۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعۃً شوہر نے بیوی کا حق مہر ادا نہیں کیا اور بیوی نے خوشدلی سے اپنا حق مہر معاف بھی نہیں کیا تھا تو اب شوہر پر میراث کے طریقے کے مطابق اپنا حصہ (کُل میراث کا ایک چوتھائی [1/4]) چھوڑ کر باقی مہر دیگر ورثاء کو ان کے حصص کے بقدر ادا کرنا لازم ہے۔

القران المجيد - [النساء/4]

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا [النساء/4]

۴۔۔۔ بیوی کی تجہیز وتکفین کے اخراجات شرعاً شوہر پر لازم ہوتے ہیں، لہٰذا اگر یہ اخرجات کسی نے بطور احسان اپنی طرف سے نہ کیے ہوں تو یہ اخراجات ادا کرنا بھی شوہر پر لازم ہے۔

الدر المختار (2/ 206)

(واختلف في الزوج والفتوى على وجوب كفنها عليه) عند الثاني (وإن تركت مالا) خانية ورجحه في البحر بأنه الظاهر لأنه ككسوتها....

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (2/ 206)

(قوله: واختلف في الزوج) أي في وجوب كفن زوجته عليه ـــ(جاری ہے۔۔۔)

(قوله عند الثاني) أي أبي يوسف وأما عند محمد فلا يلزمه لانقطاع الزوجية بالموت، وفي البحر عن المجتبى أنه لا رواية عن أبي حنيفة لكن ذكر في شرح المنية عن شرح السراجية لمصنفها أن قول أبي حنيفة كقول أبي يوسف (قوله: وإن تركت مالا إلخ) اعلم أنه اختلفت العبارات في تحرير قول أبي يوسف ففي الخانية والخلاصة والظهيرية: أنه يلزمه كفنها، وإن تركت مالا وعليه الفتوى وفي المحيط والتجنيس والواقعات وشرح المجمع لمصنفه إذا لم يكن لها مال فكفنها على الزوج وعليه الفتوى وفي شرح المجمع لمصنفه إذا ماتت ولا مال لها فعلى الزوج الموسر اهـ ومثله في الأحكام عن المبتغى بزيادة وعليه الفتوى ومقتضاه أنه لو معسرا لا يلزمه اتفاقا وفي الأحكام أيضا عن العيون كفنها في مالها إن كان وإلا فعلى الزوج ولو معسرا ففي بيت المال. اهـ. والذي اختاره في البحر لزومه عليه موسرا أو لا لها مال أو لا لأنه ككسوتها وهي واجبة عليه مطلقا قال: وصححه في نفقات الولوالجية. اهـ.

جامعۃ السعید کراچی دار الافتاء اسلامی جمہوریہ پاکستان

۵۔۔۔ عرفاً بچے یا بچی کی ولادت پر ہونے والے اخراجات شوہر پر لازم ہوتے ہیں، تاہم اگر آپ لوگوں نے یہ اخراجات بطور احسان اپنی طرف سے کر دیے تھے تو اب اس کا مطالبہ بہنوئی سے نہیں کیا جاسکتا، لیکن اگر یہ اخراجات بطور قرض بہنوئی سے اجازت لے کر کیے تھے تو پھر ان اخراجات کا مطالبہ آپ لوگ بہنوئی سے کر سکتے ہیں۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (3/ 579)

أجرة القابلة على من استأجرها من زوجة وزوج ولو جاءت بلا استئجار قيل عليه وقيل عليها. **وفى الشامية** (قوله قيل عليه إلخ) عبارة البحر عن الخلاصة: فلقائل أن يقول عليه؛ لأنه مؤنة الجماع، ولقائل أن يقول عليها كأجرة الطبيب اهـ وكذا ذكر غيره، ومقتضاه أنه قياس ذو وجهين لم يجزم أحد من المشايخ بأحدهما خلاف ما يفهمه كلام الشارح، ويظهر لي ترجيح الأول؛ لأن نفع القابلة معظمه يعود إلى الولد فيكون على أبيه تأمل.

۶۔۔۔ شادی کے موقع پر یا اس کے بعد بیوی کو جو اشیاء شوہر اور اس کے گھر والوں کی طرف سے دی جاتی ہیں تو اس کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ زیور

۲۔ زیور کے علاوہ دیگر اشیاء مثلاً کپڑے، برتن وغیرہ

جہاں تک بیوی کو زیور دینے کا تعلق ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زیور مہر کا حصہ ہو یا مہر کے طور پر دیا گیا ہو یا لڑکی کو ہبہ (گفٹ) کر کے مالک بنا کر دینے کی صراحت کے ساتھ دیا گیا ہو تو وہ زیور ـــــ (جاری ہے۔۔۔)

لڑکی کی ملکیت ہو گا اور اگر ایسی صراحت نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں عرف پر مدار ہو گا، اگر زیور لڑکی کو مالک بنا کر دینے کا عرف ہو تو اس صورت میں زیور لڑکی کی ملکیت ہو گا اور اگر لڑکی کو مالک بنا کر دینے کا عرف نہ ہو بلکہ استعمال کے لیے دیا جاتا ہو (جیسا کہ بہت سی جگہ یہ ہی عرف ہے) تو یہ زیور شوہر کی ملکیت ہو گا۔

زیور کے علاوہ دیگر اشیاء کا حکم یہ ہے کہ ایسی اشیاء جو لڑکی کے استعمال کے ساتھ خاص ہیں مثلاً کپڑے وغیرہ یا جو تحائف لڑکی کو مالک بنا کر دیے جاتے ہیں وہ تحائف لڑکی کی ملکیت ہیں اس کے علاوہ دیگر تحائف جو لڑکے کے رشتہ داروں کی طرف سے دیے جاتے ہیں وہ لڑکے کی ملکیت شمار ہوں گے۔

مذکورہ بالا تفصیل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دیکھ لیں، اور جس صورت میں زیور اور دوسری اشیاء لڑکی کی ملکیت ہوں تو یہ زیور اور دوسری اشیاء سب آپ کی بہن کے ترکہ میں شامل ہو گا جس میں شوہر سمیت تمام ورثاء اپنے حصے کے بقدر شریک ہیں، لہذا آپ کے بہنوئی اور ان کے گھر والوں کے لیے شوہر کا حصہ چھوڑ کر باقی ترکہ دیگر ورثاء کو ان کے حصص کے مطابق حوالے کرنا ضروری ہے، آپ لوگوں کے مطالبے کے باوجود اگر وہ حوالے نہیں کرتے تو سخت گناہ گار ہوں گے۔ نیز حصص کی تفصیل ورثاء کی صحیح تعداد بتا کر معلوم کی جاسکتی ہے۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (3/ 153)

قلت: ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلي، وكذا ما يعطيها من ذلك أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى في العرف صبحة، فإن كل ذلك تعورف في زماننا كونه هدية لا من المهر ولا سيما المسمى صبحة، فإن الزوجة تعوضه عنها ثيابها ونحوها صبيحة العرس أيضا.

الفتاوى الهندية (1/ 327)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في الفصول العمادية.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (5/ 696)

وفي الفتاوى الخيرية سئل فيما يرسله الشخص إلى غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا؟ أجاب: إن كان العرف بأنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به مثليا فبمثله، وإن قيميا فبقيمته وإن كان العرف خلاف ذلك بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة، ولا ينظرون في ذلك إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه فلا رجوع فيه بعد الهلاك أو الاستهلاك، والأصل فيه ———— (جاری ہے۔۔۔)

جامعۃ السعید دار الافتاء کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

أن المعروف عرفا كالمشروط شرطا اهـ.______ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد طاہر عفی عنہ

دارالافتاء جامعۃ السعید

نزد نرسری کراچی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

۱۸ اگست ۲۰۳۲ء

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

رئیس دارالافتاء
جامعۃ السعید کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

دارالافتاء
جامعۃ السعید کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان
فتویٰ نمبر ۱۹۰۱-۶
مؤرخہ ۲۵-۱-۱۴۴۵ھ
۱۳-۸-۲۰۲۳ء